جلاوطنی کی سزا کی شرعی حیثیت

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ

جلاوطنی کی سزا کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں شہریت کی کیا کیا شرائط ہیں تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ان شرائط پر پورا اترنے والے شہریوں کو اسلامی ریاست کن کن حقوق و مراعات سے مستفید ہونے کی ضمانت دیتی ہے۔ اور کن اسباب و واقعات کے تحت ان حقوق سے بہرہ مند ہونے پر پابندی لگادی جاتی ہے کیونکہ جلاوطنی اور ملک بدری کی سزا میں ایک شہری کو حق سکونت اور نقل و حرکت کی آزادی کے ساتھ ساتھ انفرادی و شخصی آزادی اور دیگر کئی حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست کی شہریت اور شرائط: اسلامی ریاست ایک نظریے کی علمبردار اور حامل ہوتی ہے۔ اور اس نظریے کی بنیاد اسلام ہی ہے اس لحاظ سے ایسی ریاست کا مکمل شہری صرف ایسا شہری ہو سکتا ہے جو دین اسلام کی حقانیت و سچائی کو دل و جان سے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے احکام کو بجالانے میں لیت و لعل نہ کرے یعنی وہ توحید و رسالت پر پختہ یقین و اقرار رکھتا ہو' اسلامی طریقے سے نماز و زکوٰۃ ادا کرتا ہو' اسلام کے مقرر کیے ہوئے قبلہ کو اپنا قبلہ مانتا ہو اور نکاح و طلاق اور حلال و حرام میں اسلامی اصولوں اور ضابطوں کی پابندی کرتا ہو۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو اختصار کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے:

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ"(۱)

(پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو تمہارے دینی بھائی بن گئے)

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں جو بات مختصراً بیان ہوئی ہے اسے حضور اکرم ﷺ نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح فرمادی ہے کہ ریاست اپنے ہر شہری کے صرف ظاہری برتاؤ سے مواخذہ کرنے کی مجاز ہے باطن کا محاسبہ ریاست کے دائرہ کار سے خارج ہے۔ اس وجہ سے جب تک کسی فرد کے خلاف واضح اور اٹل ثبوت موجود نہ ہو اسے حق سے محروم کرنا جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

"امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذا فعلوہ عصموا منی دماء ھم الا بحقھا وحسابھم علی اللّٰہ"(۲)

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ باتیں قائم کرنے لگیں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی مگر اسلام کے کسی حق کے تحت۔ اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے ذمہ ہے)

ایک دوسری حدیث میں اس سے کچھ مختلف الفاظ بیان ہوئے ہیں:

"امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا الا اله الا اللّٰہ فاذا قالوھا وصلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا واکلوا ذبیحتنا فقد حرمت علینا دماء ھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللّٰہ"(۳)

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں اور ہمارے طریقہ پر نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کریں اور ہمارے طریقہ پر اپنے ذبیحہ کو ذبح کریں تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہو گیا مگر کسی شرعی حق کی بناء پر۔ رہا ان کا باطن تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے)

ایک دوسری حدیث میں اس مضمون کی توضیح کے ساتھ ساتھ ایک اور پہلو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ کسی شہری کے حقوق پر دست درازی دراصل اللہ کی دی ہوئی ضمانت پر دست درازی ہے۔

"قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة اللّٰہ وذمة رسول اللّٰہ فلا تخفروا اللّٰہ فی ذمته"(۴)

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمارے طریقہ پر نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ قائم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں خیانت نہ کرو)

شہریت کی ان شرائط پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام چونکہ ایک نظام فکر و عمل ہے اور اسی نظام کی بنیاد پر وہ ایک ریاست قائم کرتا ہے اس لیے وہ اپنی ریاست میں شہریوں کو دو

قسموں میں تقسیم کرتا ہے۔ایک مسلم اور دوسرے ذمی۔

مسلم شہریوں کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے :

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا مَالَکُمْ مِنْ وَّلَایَتِھِمْ مِنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا"(۵)

(جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہ آئے تمہارے لیے ان کی ولایت میں سے کچھ نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں)

اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت دی گئی اس وقت چونکہ مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ایک طرف ان کی تعداد میں اضافہ مطلوب تھا تو دوسری طرف ان نو مسلموں کو اسلام کے احکام بھی سکھانے تھے۔چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر ہجرت ضروری قرار دی گئی۔

قرآن مجید کی اس آیت میں شہریت کی دو بنیادیں ایمان اور دارالاسلام کی رعایا ہونا بیان ہوئی ہیں۔اگر کوئی شخص ایمان رکھتا ہو مگر دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں نہ آیا ہو تو وہ دارالاسلام کا شہری نہیں ہے۔یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ جب کوئی لشکر بھیجتے تو سپہ سالاروں کو جو ہدایات دیتے ان میں عموماً یہ ہدایت فرماتے :

"اذالقیت عدوک من المشرکین فادعھم الی ثلاث خصال اوخلال فایتھن ما اجابوک فاقبل منھم وکف عنھم ثم ادعھم الی الاسلام فان اجابوک فاقبل منھم وکف عنھم ثم ادعھم الی التحول من دارھم الی دارالمھاجرین فان ابوا ان یتحولوامنھافاخبرھم انھم یکونون کاعراب المسلمین یجری علیھم حکم اللہ الذی یجری علی المومنین ولا یکون لھم فی الغنیمۃ والفئی الاان یجاھدوا مع المسلمین"(۶)

(جب تمہارا مشرک دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کو تین باتوں کی دعوت دو پھر ان میں سے جو بات بھی وہ قبول کرلیں تم بھی اس کو قبول کرلو اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت

دو اگر وہ اس کو مان لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو۔ پھر ان کو اس بات کی دعوت دو کہ وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر مہاجرین کے علاقہ کی طرف ہجرت کر آئیں اور انہیں آگاہ کر دو کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اگر وہ ہجرت پر راضی نہ ہوں تو ان کو اس امر سے آگاہ کر دو کہ پھر ان کا درجہ بدوی مسلمانوں کا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے اللہ کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے مگر فئے اور غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد نہ کریں۔)

دوسری قسم کے شہری ذمی کہلاتے ہیں۔ ذمی شہریوں سے مراد تمام غیر مسلم ہیں جو اسلامی ریاست کی حدود میں رہ کر اس کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کریں اس طرح کے شہریوں کو اسلام ان کے مذہب و کلچر اور پرسنل لا کے تحفظ اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ دیوانی اور فوجداری قوانین میں ذمیوں اور مسلمانوں کے درمیان کامل مساوات بر قرار رکھتا ہے البتہ شراب کے معاملے میں ذمیوں کے لیے استثناء ہے۔

شہریت کی مذکورہ بالا شرائط پوری کرنے پر ایک شہری اسلامی ریاست کا شہری کہلاتا ہے اور ریاست اسے وسیع حقوق عطا کرتی ہے۔ ریاست ان حقوق کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہر شہری کو ضمانت دیتی ہے اور اگر ریاست بغیر کسی شرعی حق کے ان حقوق میں سے کسی حق کو تلف کرتی ہے تو وہ صرف ایک شہری کا حق ہی تلف نہیں کرتی ہے بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دی ہوئی ضمانت پر حملہ کرتی ہے لہذا ایک اسلامی ریاست بغیر کسی معقول سبب کے نہ تو ان حقوق پر دست درازی کرتی ہے اور نہ ہی افراد معاشرہ کے کسی فرد کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری نہ کریں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے کا مجموعی نظام امن و سکون غارت ہو جاتا ہے اور نظام تمدن میں اختلال رونما ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاست چونکہ ایک ایسا مقتدر ادارہ ہے جو شریعت اسلامیہ کے مقاصد کی حفاظت و نگہداشت کی ذمہ دار ہے اور اسی ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کی صورت میں وہ اپنے شہریوں کے حقوق کی محافظت کر سکتی ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کے معروف و ممتاز اصولی عالم علامہ ابو اسحاق ابراہیم شاطبیؒ شریعت اسلامیہ کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تکالیف شرعیہ خلقت میں اپنے مقاصد کی حفاظت کی طرف لوٹتی ہیں اور یہ مقاصد

تین اقسام سے زیادہ نہیں۔ پہلی قسم یہ کہ وہ ضروریہ ہو' دوسری یہ کہ وہ حاجیہ ہو اور تیسری یہ کہ وہ تحسینیہ ہو (۷)

گویاامام موصوف کے نزیک شریعت اسلامیہ مندرجہ ذیل مقاصد پر مشتمل ہے :

اول۔ مقاصد ضرویہ۔ دوم مقاصد حاجیہ۔ سوم مقاصد تحسینیہ۔

مقاصد ضروریہ کی وضاحت کرتے ہوئے امام شاطبیؒ لکھتے ہیں :

"مقاصد ضروریہ کا معنی یہ ہے کہ وہ دین ودنیا کے مصالح کے قیام کے لیے ضروری ہو وہ یوں کہ اگر ایسے مقاصد موجود نہ ہوں تو دنیا کے مصالح ٹھیک طور پر چل نہیں سکتے بلکہ ان میں بگاڑ' قتل وغارت زندگی کا فقدان اور آخرت میں نجات اور نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا اور کھلے ہوئے خسارے کی طرف پلٹنا ہوگا" (۸)

ان مقاصد کی مزید توضیح کرتے ہوئے امام موصوف لکھتے ہیں کہ ضروری مقاصد پانچ ہیں :

(۱) حفظ دین۔ (۲) حفظ نفس (۳) حفظ نسل (۴) حفظ مال (۵) حفظ عقل۔ (۹)

اسلامی ریاست شریعت اسلامیہ کے ان پانچوں مقاصد کی حفاظت کی شرعاً پابند ہے اور جو انسانی حقوق اسلامی ریاست اپنے شہریوں کو عطا کرتی ہے وہ تمام کے تمام ان ہی مقاصد ضروریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جس دنیا میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہے اس کا قیام ان ہی مصالح پر منحصر ہے جس قدر یہ مصالح مکمل ہوں گی۔ اسی قدر حیات انسانی باعزت طور پر قائم رہ سکے گی اور یہ عزت انسان کو اللہ بزرگ وبرتر کی جانب سے عطا فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

"ولقدكرمنابنى ادم وحملنهم فى البروالبحرورزقنهم من الطيبت وفضلنهم على كثيرممن خلقناتفضيلا" (۱۰)

(اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری پر قوت دے کر آباد کیا اور ان کو پاکیزہ نعمتوں سے سرفراز کیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر ان کو فضیلت عطا فرمائی)

لہذا بنی آدم کی اس عزت افزائی کا تقاضا ہے کہ مذکورہ بالا پانچ امور کی محافظت کی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے ان امور کی حفاظت کے لیے پہلے مرحلے پر افرادِ معاشرہ کی فکری واخلاقی تربیت کا مکمل بندوبست کیا ہے تاکہ ان کے قلوب واذہان میں یہ بات پوری طرح بیٹھ جائے کہ ان مقاصد خمسہ کی حفاظت میں ہی ان کی دینی ودنیاوی فلاح کامرانی

مضمر ہے اور ان کی عدم حفاظت ہی ان کے لیے دین ودنیامیں موجب خسران ثابت ہو گی۔ پھر دوسرے مرحلے میں ان مقاصد کی حفاظت نہ کرنے کی صورت میں شدید جرائم قرار دیتے ہوئے اسلام حدودو تعزیرات کو عدل وانصاف کے ساتھ نافذ کرنے کو قوم وملت کے استحکام وبقاکی بنیاد قرار دیتاہے۔

اسلام کی فکری واخلاقی تربیت :اسلام پہلے مرحلے پر اپنے پیروکاروں کو یہ درس دیتاہے کہ شریعت کے ان مقاصدِ خمسہ کی حفاظت نہ کرنا جرائم کاارتکاب کرناہے اور جرائم کاارتکاب ایمانی تقاضے کے خلاف ہے لہذا کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جرائم کے دلدل میں اپنے آپ کو پھنسادے دوسرے لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کو اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی طرح سمجھو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان مبارک فکری واخلاقی تربیت کا بہترین مظہر اور بے مثال نمونہ ہے :

"المسلم اخوالمسلم لایظلمه ولایخذله ولایحقره التقوی ههنا ویشیرالی صدره ثلث مراربحسب امری من الشران یحقرله اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه"(۱۱)

(مسلمان مسلمان کابھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتاہے نہ اسے ذلیل کرتاہے اور نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا : تقوی یہاں (دل میں) ہے۔ کسی انسان کے براہونے کے لیے اتناہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان کاخون مال اور عزت دوسرے پر حرام ہے۔)

"عن ابی هریرةؓ أن رسول اللهﷺقال لایزنی الزانی حین یزنی وهو موسن ولایشرب الخمرحین یشرب وهوموسن ولایسرق حین یسرق وهو موسن ولاینتهب نهبةیرفع الناس الیه فیهاابصارهم وهوموسن"(۱۲)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : زانی جب زناکرتاہے تو وہ مومن نہیں ہوتاشرابی جب شراب پیتاہے تو وہ مومن نہیں ہوتااور چورجب چوری کرتاہے تووہ مومن نہیں ہوتااور کسی کی چیز کوئی جب اچکتاہے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں تووہ مومن نہیں ہوتا)

ہم نے اختصار کے طور پر صرف دواحادیث پیش کرناکافی سمجھاہے لیکن ان دواحادیث

سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مقاصد شریعت کی حفاظت کے لیے ایک ایسا راستہ دکھلادیا ہے جس کو اپنانے کے بعد جرم کا تصور بھی باقی نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کی فکری واخلاقی تربیت کی نہج یہ بتائی ہے کہ ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو حرام ہے پھر ایمان کا تقاضا بتایا کہ اگر تم مومن ہو تو زنا' چوری' شراب نوشی' قتل اور دوسروں کا مال چھیننے سے اجتناب کرنا ہوگا۔

عدل وانصاف کے ساتھ حدود کا نفاذ: اسلام دوسرے مرحلہ پر جرائم کے ارتکاب پر عدل وانصاف کو کلیدی اہمیت دیتا ہے۔ قیام عدل کا مطلب یہ ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو بلا امتیاز حد نافذ کی جائے۔ اس سلسلے میں قرآن وحدیث سے واضح ہدایت ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"(۱۳)

(اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو)

پھر ایک اور جگہ پر قرآن مجید یہ ہدایت دیتا ہے کہ کسی کی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ حاکم اعلیٰ کے احکام کو عمل میں لایا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"فاحکم بینھم بماانزل اللہ ولاتتبع اھواء ھم عماجاء ک من الحق"(۱۴)

(پس آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں)

یہ جرائم ایسے ہیں جن میں حدود جاری کرنا واجب ہے۔ شریف ہو یا کمین' قوی ہو یا ضعیف سب پر حد جاری کرنا فرض ہے۔ کسی کی شفاعت وسفارش سے یا ہدیہ اور تحفہ لیکر یا کسی دوسری وجہ سے حد کو معطل کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ سفارش وشفاعت کے بارے میں مہتم بالشان واقعہ اس عورت کا ہے جو بنی مخزوم میں سے تھی جس نے چوری کی تھی۔ کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کرنا چاہی تو لوگوں نے کہا آنحضرت ﷺ سے گفتگو کون کرے گا۔ گفتگو کی جرأت وہمت سوائے اسامہؓ بن زید کے کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب حضرت اسامہؓ نے یہ بات حضور نبوی ﷺ میں پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اتشفع فی حدمن حدوداللہ انماھلک بنو اسرائیل لانھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکہ واذاسرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد والذی

نفس محمدِبیدہ لوان فاطمۃبنت محمدٍسرقت لقطعت یدھا"(۱۵)

(کیا حدود الہی میں شفاعت و سفارش کر رہے ہو! بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے جب کوئی ضعیف (کمزور) آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا)

یہ واقعہ بڑا عبرت انگیز اور نصیحت اموز ہے۔ مقاصد شریعت اسلامیہ کے تحفظ کے حوالے سے اسلام کی فکری و اخلاقی تربیت اور عدل و انصاف کے ساتھ حدود کا نفاذ اختصار کے ساتھ اس لئے پیش کیا گیا تاکہ جلاوطنی کی سزا پر روشنی ڈالنے میں اس سے مدد مل سکے کیونکہ جلاوطنی بھی انہی حدود میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں جلاوطنی تعزیری جرم بھی ہے جو حاکم کی رائے اور مصلحت عامہ پر منحصر ہے۔

جلاوطنی کی سزا کا شرعی جواز: قرآن مجید میں جلاوطنی کی سزا کا ذکر آیت محاربت میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"انماجزاء الذین یحاربون اللّٰہورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اویصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیاولھم فی الآخرۃعذاب عظیم"(۱۶)

(بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ان کے لیے دنیاوی ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

"اوینفومن الارض" یہ کہ ان کو ملک سے جلاوطن کر دیا جائے۔ نفی کا لغوی مفہوم جلاوطن کرنا ہے حبس اور قید لغوی مفہوم نہیں البتہ اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ اگر ایسے مجرموں کی جلاوطنی دشوار یا دینی و سیاسی نقطہ نظر سے خلاف مصلحت ہو تو ان کو محبوس اور نظر بند کیا جا سکتا ہے۔(۱۷)

علامہ ماوردیؒ نے اپنی کتاب احکام السلطانیہ میں اللہ تعالی کے قول" اوینفومن الارض" کے متعلق ارباب تاویل کے چار معنی نقل کیے ہیں:

پہلے معنی یہ ہیں کہ ان کو دارالسلام سے نکال کر دارالحرب بھیج دیں یہ قول مالک بن انسؒ، حسنؒ، قتادہؒ اور زہری کا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیں۔ یہ قول عمر بن عبدالعزیزؒ اور سعید بن جبیر کا ہے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ قید کر دیئے جائیں۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کا ہے۔ چوتھے معنی یہ ہیں کہ ان کو بلا کر حدود قائم کرنے کے لیے دور لے جائیں۔ یہ ابن عباس اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔ (۱۸)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کے مصنف علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ لکھتے ہیں :

آئمہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام گزر گاہوں پر نکل آئے اور ہتھیار اٹھالے اور مسلمانوں کو خوفزدہ کرے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی یا پناہ گیر یا برسر جنگ تو وہی محارب ڈاکہ مارنے والا ہے اور اس پر وہی احکام نافذ ہوں گے جو محارب پر ہوتے ہیں اگرچہ وہ تنہا ہو اور اس امر پر بھی سب متفق ہیں کہ ایسے محاربین میں سے کوئی شخص اگر قتل کر دے اور مال لوٹ لے تو اس پر حد کا نفاذ واجب ہے اگر مقتول کے ورثاء معاف کر دیں اور لوٹا ہوا مال چھوڑ دیں تو جہاں تک حد کا تعلق ہے اس پر معافی کا کوئی اثر نہ ہو گا اگر ان ڈاکوؤں میں کوئی گرفتار ہونے سے پہلے مر جائے تو سزا ساقط ہو جائے گی کیونکہ شرعی سزائیں اللہ عزوجل کا حق ہیں البتہ بندوں کے حقوق جو جانی، مالی اور جراحت رسانی کے باعث لازم ہوں گے ان کا مطالبہ برقرار رہے گا تا آنکہ اسے معاف نہ کیا جائے۔

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ڈاکوؤں پر اسی ترتیب سے حد نافذ ہو گی جیسا کہ آیت شریفہ میں مذکور ہے۔ اب اگر رہزنوں کا گروہ فرد واحد جو راستہ روک سکتا ہو، رہزنی کے ارادے سے نکل پڑے اور قبل اس کے کہ مال کو لوٹ سکتا یا کسی کو قتل کر سکتا گرفتار ہو جائے تو امام ایسے ڈاکوؤں کو قید میں رکھے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ یہاں قید سے مراد قید مشقت ہے اگر ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک کو دس درہم یا اس سے زیادہ رقم ملی یا اسی مالیت کا مال ملا تو حاکم ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کو کٹوا دے گا۔ اگر انہوں نے قتل کیا اور مال نہیں لوٹا تو انہیں حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور مقتول کے وارثوں کے معاف کرنے سے سزائے قتل ساقط نہ ہو گی۔

واضح ہو کہ رہزنوں کو محاربوں میں شمار کیا گیا ہے اور بیابانوں میں مال کا محافظ اللہ ہوتا ہے اگر ڈاکوؤں نے مال زبردستی چھینا تو وہ محارب قرار پائیں گے اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال

بھی لوٹا تو امام کو اختیار ہو گا کہ وہ چاہے تو ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دے یا انہیں قتل کر دے یا سولی دے کر ہلاک کرے۔ دونوں سزائیں ایک ہی ہیں جرم کی شدت کے اعتبار سے سزا میں بھی سختی ہو گی۔ چنانچہ قتل کرنا اور مال لوٹنا انتہائی بد امنی ہے پس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سزا کو چاروں حالتوں میں تقسیم کیا جائے (یعنی محض قتل' ڈاکہ' محض لوٹ مار دونوں اور یا اس سے پہلے گرفتاری)

مالکیہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ محارب وہ ہے جو راستہ روک دے اگرچہ مال لوٹنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ مسافروں کو سفر کے فائدے سے محروم کرنا چاہتا ہو یا کسی ناجائز طریقے سے ایک مسلمان یا ذمی یا معاہد کا مال ہتھیانا چاہتا ہو' گو وہ مال نصاب سرقہ کے برابر نہ ہو یا پھر کسی کی آبروریزی کا اس طرح ارادہ رکھتا ہو کہ اس کی فریاد نہ کی جاسکے اور چھٹکارا ممکن نہ ہو اس میں وہ جابر و ظالم حاکم بھی شامل ہیں جو اس طرح استحصال کرتے ہوں کہ اس کی فریاد علماء یا کسی اور سے نہ کی سکے۔ یہ سب لوگ محارب ہیں۔ محارب قرار دیئے جانے کے لیے گروہ کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک فرد واحد کو بھی محارب قرار دیا جاسکتا ہے جو شہر کا باشندہ ہو اور کسی کو اذیت دینے پر تلا ہوا ہو۔ اس کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ عوام کو اذیت دے۔ اس میں وہ شخص بھی آتا ہے جو کسی کی عقل کو زائل کر دینے کا عمل کرتا ہو مثلاً کسی کا مال جبر و ظلم سے اڑا لے جانے کے لیے بھنگ یا دھتورہ پلادے اور وہ بھی محارب ہے جو کسی صاحب تمیز شخص کو اس کا مال ہتھیانے کے لیے فریب دے خواہ یہ شخص لڑکا ہو یا بالغ اسے دھوکے سے کہیں پرلے جا کر اس کا مال لے لے۔ گو قتل نہ کرے یا کسی تنگ گلی مورچہ یا گھر میں رات کو یا دن کے وقت داخل ہو کر اس کا مال چھیننے کے لیے اس پر حملہ کر دے بایں طور کہ اس کے خلاف نہ کوئی مدد کر سکے اور نہ چیخ پکار کر سکے اور نہ کوئی مدد حاصل کی جاسکے یہاں تک کہ مار پیٹ کر مال لے جائے تو وہ بھی محارب ہے اگر یہ محارب جنگ میں پیش دستی نہ کرے تو پوچھ گچھ کے بعد اسے قتل کیا جائے اگر محارب نے قتل کیا ہے تو اسے قتل کا مجرم قرار دیا جائے گا خواہ وہ قتل مستوجب قصاص ہو جیسے کسی آزاد مسلمان کا قتل کرنا یا نہ ہو جیسے کافر یا غلام کا قتل۔ اس محارب کو بہر حال قتل کیا جائے گا۔ سولی دے کر یا بغیر سولی کے محض ہاتھ کاٹنا یا قید کرنا کافی نہیں ہے بشر طیکہ اس نے توبہ نہ کی ہو۔ اگر محارب نے کسی کو قتل نہیں کیا اور اگر گرفتار ہو گیا تاہم حاکم کو اختیار ہے کہ ان چار قسم کی سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا دے۔

اول قتل دوسرے سولی پر چڑھانا جسے مصلوب کرنا کہتے ہیں۔ تیسرے دائیں ہاتھ کو

پنجوں سے اور بائیں پاؤں کو ٹخنوں سے کاٹ دیناا گر اسکا بایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں کاٹا جائے اگر صرف ایک ہاتھی یا ایک پاؤں ہو تو وہ کاٹ دیا جائے اگر کسی کے صرف دو ہاتھ یا دو پاؤں ہیں تو صرف دایاں ہاتھ یا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور چوتھی سزا یہ ہے کہ مرد آزاد مجرم کو فدک اور خیبر جیسی جگہ پر جلاوطن کر دیا جائے اور ایک سال سے زیادہ اور توبہ کر لینے تک قید میں رکھا جائے اور حاکم اگر مناسب سمجھے تو ایسے شخص کی تنبیہ کے لیے اپنی رائے کے مطابق جلاوطن کرنے سے پہلے سزائے ضرب دے۔واضح ہو کہ محارب اگر عورت ہو تو اسے نہ سولی دی جائے گی اور نہ جلاوطن کیا جائے گا۔اس کی سزا صرف قتل یا مختلف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے اگر مجرم غلام ہے تو اس کی سزا قتل ہے یا سولی دینا یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کاٹنا ہے اسے جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔(۱۹)

حدیث سے جلاوطنی کا ثبوت: حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا یحل دم امری مسلم یشهد ان لااله الاالله وان محمداً رسول الله الا فی احدیٰ ثلثٍ رجل زنی بعداحصان فانه یرجم ورجل خرج محارباً بالله ورسوله فانه یقتل اویصلب او ینفی من الارض اویقتل نفسا فیقتل بها"(۲۰)

(کسی مسلمان آدمی کا خون جائز نہیں جو یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں مگر تین وجہ سے ایک شادی شدہ زانی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔وہ شخص جو اسلام سے مرتد ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرے تو یا تو قتل کیا جائے گا یا سولی پر لٹکایا جائے گا یا ملک سے جلاوطن کیا جائے گا یا کوئی شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا)

کنوارے زانی مرد اور عورت کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی حدیث سے ثابت ہے۔حدیث نبوی ﷺ ہے:

"عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ قدواعنی خذواعنی قد جعلهاالله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة وتغریب سنةوالثیب بالثیب جلد مائةوالرجم"(۲۱)

(حضرت عبادہؓ بن الصامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو اللہ تعالی عورتوں کے لیے یہ حکم فرماتا ہے کہ اگر کنوارا شخص کنواری عورت سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیے جائیں اگر شادی شدہ زنا کریں تو انہیں سو کوڑے اور رجم کیا جائے)

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد دونوں کی روایت ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کر دیجیے۔اس کا مخالف جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کہنے لگا کہ ہاں آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر کے مجھے صادر فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اصل حقیقت بیان کرو وہ کہنے لگا میرا فرزند اس کا نوکر تھا۔اسنے اس کی عورت سے زنا کیا میں نے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیا پھر میں نے اہل علم سے اس کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی ہو گی اور اس کی عورت کو سنگسار کیا جائیگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"والذی نفسی بیده لاقضین بینکمابکتاب الله جل ذکره المائة شاة والخادم ردوعلی ابنک جلد مائةوتغریب عام واغد یاانیس علی امراة هذافان اعترفت فارجمهافغدا علیهافاعترفت فرجمها"(۲۲)

(اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ خادم اور بکریاں لوٹائی جائیں گی اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑوں کی سزا اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس تم صبح اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دو چنانچہ وہ اس عورت کے پاس گیا اور اس نے اقرار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق سنگسار کر دیا گیا۔)

واضح ہو کہ شادی شدہ لوگ زنا کریں تو انہیں رجم کر دیا جائے۔رجم کی سزا پر سوائے خارجیوں کے پوری امت کا اتفاق ہے کیونکہ یہ سزا حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل دونوں سے ثابت ہے۔کنوارے لوگوں پر کوڑوں اور جلاوطنی دونوں کے جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ اپنی کتاب "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں لکھتے ہیں:

مالکیہ کہتے ہیں کہ کنوارا آدمی مرتکب زنا ہو تو واجب ہے کہ پہلے اسے درہ زنی کی سزا دی

جائے اور پھر اسے وطن سے دور مسافت قصر کے فاصلہ پر سال بھر کے لیے جلاوطن کر دیا جائے کیونکہ وہ بدکاری کے عیب میں ملوث ہو چکا ہے۔ یہ (جلاوطنی) اس کے ساتھ مہربانی ہے کیونکہ جہاں اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے وہاں کے اہل شہر اور اس کے پڑوسی جب اسے دیکھیں گے تو اسے اذیت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور مسجدوں اور تقریبات میں اس کی تحقیر ہو گی اور ذلیل کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔ لہذا اس کا جلاوطن ہونا خود اس کے لیے اور عوام کے لیے بہتر ہے۔ رہا عورت کا معاملہ جو بدکاری کی مرتکب ہوئی اسے شہر سے باہر نہیں نکالنا چاہیے تاکہ برائی کی شہرت نہ ہو اور خرابی نہ پھیلے اور اس لیے بھی کہ عورت پردہ کی چیز ہے اور اسے جلاوطن کرنا اس کی نسوانیت کو ختم کر دینے کے برابر ہے۔ پھر شارع علیہ السلام نے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسی عورت کے لیے واجب ہے وہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے۔

حنیفہ کہتے ہیں کہ درہ زنی اور جلاوطنی دونوں سزاؤں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سورۃ نور کی آیت میں جلاوطنی کا ذکر نہیں ہے لہذا ایسا کرنا قرآن حکیم پر اضافہ ہے۔ جلاوطنی خبر واحد کے ساتھ ثابت ہے لہذا شرعی تعزیر کے طور پر اسے عمل میں نہیں لایا جائے گا اور اسے سزا کا حصہ نہیں بنایا جائے گا بلکہ اسے عام سزا کے طور پر امام کی رائے پر منحصر رکھا جائے گا۔ اگر حاکم کی رائے میں جلاوطنی مفید ہو تو اسے جلاوطن کر دیا جائے اگر اس میں فائدہ نظر نہ آئے تو وطن سے نہ نکالے۔ اندریں باب امام ابو حنیفہؒ کا یہ نظریہ مشہور ہے کہ "کفی بالنفی فتنۃ" (یعنی جلاوطنی فتنہ انگیزی کے لیے کافی ہے) یعنی صحابہؓ نے جو اس پر عمل کیا وہ انہوں نے اپنی امتیازی رائے کے پیش نظر کیا (کسی شرعی حکم کے تحت نہیں کیا)

شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر آزاد عاقل اور کنوارے اس جرم کے مرتکب ہوں تو ان دونوں کو حد ماری جائے اور (ان کو وطن سے دور) اتنے فاصلہ پر جلاوطن کر دیا جائے جہاں نماز قصر واجب ہو جاتی ہے تاکہ دونوں کو اپنے متعلقین اور وطن سے دور رہنے کی پریشانی لاحق رہے اور وہ آئندہ جرم کرنے سے باز رہیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت علیؓ نے یہی فیصلہ کیا تھا یہاں تک کہ ان میں بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اجماع ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے شام کی جانب، حضرت عثمانؓ نے مصر کی طرف اور حضرت علیؓ نے بصرہ کی سمت جلاوطن کیا اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ "البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام" (یعنی کنوارا مرد کنواری عورت سے ملوث ہو تو اس کی سزا سو درے اور ایک سال

کے لیے جلاوطنی ہے) نیز عسیف کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "علی ابنک جلدمائة وتغریب عام" (یعنی تیرے بیٹے کو سو درے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کی سزا ہے) جلاوطنی کی سزا میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں تاہم یہ ملحوظ رہے کہ مجرمہ عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ رہے اور جلاوطنی کے دوران اس کے خرچ پر اس کی دیکھ بھال کرے۔(۲۳)

"عن ابن عباسؓ قال لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم واخرج فلاناً واخرج فلانا"(۲۴)

(ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں میں مخنثوں (یعنی عورتوں کی مشابہت کرنے والے) پر اور عورتوں میں سے مردوں کی شکل اختیار کرنے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور فلاں فلاں کو نکال دیا)

"کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ مخنثوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

مخنث وہ ہے جو عورتوں کی طرح ناز نخرے سے بات کرے یا اپنے لباس اور بناؤ سنگھار میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرے جیسا کہ عہدِ حاضر میں بعض نوجوان کرتے ہیں کہ بال بڑھا لیتے ہیں اور زلفیں لٹکا لیتے ہیں۔ نیز عورتوں کے زیوارات اور ان کے بعض مخصوص کپڑے پہنتے ہیں اور (عورتوں کی طرح) گفتگو میں باریک آواز سے کام لیتے ہیں علماء اس بارے متفق اللفظ ہیں کہ مخنث کو بطور سزا کے مسلمانوں کی بستی سے دور علاقہ میں قصر صلوٰۃ کی مسافت پر جلاوطن کر دینا واجب ہے تاکہ وہ اس اذیت کا احساس کرے جو اسے اپنے کنبے اور ساتھیوں سے دور ہو جانے کی وجہ سے موجب وحشت و مایوسی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تین قسم کے اشخاص کے علاوہ کسی اور کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔ وہ کنوارہ جو مرتکب زنا ہو، مخنث اور محارب اگر مخنث کے ساتھ بد فعلی کی جاتی ہو تو ایسے مخنث کو سنگسار کر کے مار دیا جائے کیونکہ جو اس فعل بد کا مجرم ہو اسے جلاوطن کر دینا مفید نہ ہوگا۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک مخنث پیش ہوا جس کے ہاتھوں پیروں میں مہندی کا رنگ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مابال ھذا (یعنی یہ کیا ڈھنگ ہے) لوگوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ اس نے عورتوں کی مشابہت اختیار کی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے بقیع کی طرف جلاوطن کر دینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم اسے قتل نہ کر دیں۔ فرمایا "انی

نهيت عن قتل المصلين (مجھے نمازیوں کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے)

علماء کہتے ہیں کہ مخنث نظر آئے تو امام کے لیے جائز ہے کہ اسے سزا دے تاکہ اسے اس گناہ میں آلودہ ہونے سے روکا جائے۔ نیز جائز ہے کہ اسے کسی دوسرے شہر میں ایک مسافت کے فاصلے پر جلاوطن کر دیا جائے بشرطیکہ لوگوں کی گواہی یا اس کے اعتراف سے اس کا بدفعلی میں مرتکب ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہنچا ہو جس طرح کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (۲۵)

ابن شعبان کی کتاب میں امام اوزعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو دانستہ قتل کر دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اسے ایک سو کوڑے لگائے جانے کا حکم صادر فرمایا اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کی سزا بھی دی لیکن قصاص نہیں لیا البتہ اسے یہ ہدایت فرمائی کہ ایک غلام آزاد کرے۔ (۲۶)

یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابی العاص کو جو مروان کا باپ تھا مدینہ منورہ سے نکال دیا اور وہ طائف کی طرف چلا گیا تھا یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اسے طائف سے بھی نکال دیا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت میں مدتوں تک مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اسے اس علاقہ سے دور کہیں نکال دیا جہاں حضرت ابوبکرؓ نے جلاوطن کیا تھا۔ پس وہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں اسی طرح مارا مارا پھرتا رہا پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو آپؓ نے انہیں واپس بلا لیا۔ فقہاء نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے حکم بن العاص کو اپنے زمانہ میں واپس بلا لینے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ (۲۷)

<u>خلفائے راشدین اور جلاوطنی کی سزا</u>: قرآن وحدیث اور سنت نبویہ ﷺ سے جلاوطنی کی سزا کے جواز کے بعد خلفائے راشدین کے آثار سے یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان ہدایت یافتہ خلفاء کے عہد زریں میں کس قسم کے لوگوں کو جلاوطنی کی سزا دی گئی تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ ان متقی اور پارسا خلفاء کے سامنے کیا کیا مصلحتیں تھیں جن کے حصول کے لیے جلاوطنی کی سزا کو عمل میں لایا گیا۔

<u>عہد فاروقی</u>: حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے عہد خلافت میں کچھ افراد کو مصلحت عامہ کی بناء پر جلاوطن کیا۔ چنانچہ آپؓ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت کو یہ شعر گاتے سنا:

الاسبیل الی خمر فاشربها ام هل سبیل الی نصربن حجاج

ہے کوئی صورت میری بادہ نوشی کی یا ہے کوئی سبیل کہ میں نصر بن حجاج کے پاس پہنچ سکوں

دن نکلا تو حضرت عمرؓ نے نصر کے متعلق دریافت کیا اور اسے بلانے آدمی بھیجا جب وہ بار گاہ فاروقی میں پیش کیا گیا تو دیکھا کہ حقیقت میں وہ نہایت حسین ہے۔ چہرہ بھی حسین اور زلفیں بھی حسین۔ حکم دیا کہ اسکے بال مونڈ دیے جائیں لیکن بال مونڈنے سے اس کا حسن دب نہ سکا پیشانی اور نمایاں ہو گئی۔ حکم دیا کہ اس کا منہ کالا کر دیا جائے مگر اس سے بھی اس کا حسن گھنا نہ ہو سکا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تو اس جگہ نہیں رہ سکتا جہاں میں رہتا ہوں۔ اس کے لیے وجہ کفاف کا حکم دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا اگرچہ نصر کا اپنے حسن میں کوئی گناہ نہ تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اسے مدینہ سے نکال دیا اور اس سے فاروقؓ اعظم کا مقصد یہ تھا کہ مدینۃ الرسول کی عورتیں اس کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں۔ (۲۸)

حضرت عمرؓ نے صبیغ نامی ایک اور شخص کو اس جرم میں قید کیا تھا کہ اس نے سورۃ والذاریات، سورۃ المرسلات اور سورۃ النازعات کے بارے میں دور از کار موشگافیاں کی تھیں اور دوسرے لوگوں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کی تھی۔ اسے کئی مرتبہ پٹوایا گیا پھر عراق کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ بعض نے کہا بصرہ کی طرف۔ اور ہدایت کر دی کہ کوئی شخص اس کے پاس نہ بیٹھے۔ محدث فرماتے ہیں کہ اگر کبھی وہ ہماری طرف آتا تو خواہ ہم سو آدمی بھی ایک جگہ بیٹھے ہوتے سب منتشر ہو جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ابو موسیٰ نے حضرت عمرؓ کی خلاف میں اطلاع دی کہ صبیغ نے آئندہ کے لیے اپنے قابل اعتراض طرز عمل سے توبہ کر لی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کی طرف سے اس کے مقاطعہ کا حکم منسوخ کیا گیا" (۲۹)

اسی طرح حضرت عمرؓ ایک دفعہ گشت فرما رہے تھے کہ ایک محلے میں عورتوں کو آپس میں کہتے سنا۔ مدینہ کا سب سے زیادہ حسین شخص کون ہے۔ ان میں سے ایک عورت بولی ابو ذیئب جب ابو ذیئب کو حاضر کیا گیا تو اسے حقیقت میں مردانہ حسن کا نمونہ پایا۔ بولے خدا کی قسم تو عورتوں کا بھیڑیا ہے تو عورتوں کا بھیڑیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے تو اس سرزمین میں نہیں رہ سکتا جہاں میں رہتا ہوں۔ ابو ذیئب نے کہا: اگر میرا یہاں سے جانا ہی ضروری ہے تو مجھے وہیں بھیج دیجئے جہاں آپ نے میرے چچازاد بھائی کو بھیجا ہے۔ اس کی مراد نصر بن حجاج سے تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے لیے بھی وجہ کفاف کا حکم دیا

اور بصرہ بھیج دیا۔(۳۰)

حضرت عمرؓ نے حصن بن زائدہ کو اس لیے جلاوطن کر دیا تھا کہ انہوں نے بیت المال کی مہر جیسی مہر تیار کی تھی اور اس طرح انہوں نے بیت لمال سے رقم نکلوالی تھی اور جلاوطنی کی سزا اسے بار بار کی سزائے قید اور سزائے بید زنی کے بعد دی تھی۔(۳۱)

حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں شراب نوشی کے واقعات زیادہ آنے لگے تو انہوں نے سزا زیادہ کر دی۔ بعض کو جلاوطن کیا۔ بعض کا سر منڈوا کر ذلیل کیا تو یہ زجر وتوبیخ کی مبالغہ آمیز سزا تھی اگر شرابی کو تعزیر چالیس کے بعد چالیس کوڑوں کے اوپر کرنی ہو تو اس کی روٹی بند کر دی جائے اور اسے جلاوطن کیا جائے تو اچھا ہے۔(۳۲)

حضرت ابو محجن ثقفیؓ شراب کے بہت عادی ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ کوڑے لگوائے لیکن وہ باز نہیں آئے۔ پھر شراب پی لی اور حضرت عمرؓ نے پھر کوڑے لگوائے لیکن وہ باز نہیں آئے۔ بار بار شراب پیتے تھے اور بار بار کوڑے لگتے تھے لیکن وہ باز نہیں آتے تھے۔ آخر حضرت عمرؓ نے انکو جلاوطن کر دیا اور قید میں رکھنے کی سزا تجویز کی۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر حضرت سعدؓ کے حوالے کیا۔ حضرت سعدؓ نے ابو محجن کو ہمراہ لیا اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے۔ حضرت سعدؓ اس وقت سپہ سالار اسلام تھے۔ قادسیہ کی جنگ میں دشمنوں کا غلبہ تھا اور مسلمان پسپا ہو چکے تھے۔ اب مسلمان کچھ تازہ دم ہوئے اور فیصلہ کی جنگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت سعدؓ زخموں کی وجہ سے میدان جنگ میں نہ جا سکے اور قیام گاہ کے ایک مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے جنگ کا جائزہ لیتے رہے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ دیکھا مسلمان پسپا ہو رہے ہیں تو بڑا افسوس ہوا۔ مکان کے نچلے حصہ میں پابہ زنجیر حضرت ابو محجنؓ کو اس حالت کی خبر ہوئی۔ مسلمانوں کی حالت پر زار زار رونے لگے اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے:

کفی حزناً ان تطرد الخیل بالقنا وا ترک مشدوداً علی وثاقیا

(آج میرے رنج وغم کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ میں لوگ اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں اور میں پابہ زنجیر بیٹھا ہوا ہوں)

بالآخر حضرت سعدؓ کی بی بی سے کہا اے نیک بخت خاتون مجھے چھوڑ دے کہ مسلمان لڑ رہے ہیں اور میں دولت جہاد سے محروم ہوں۔ مسلمانوں پر سخت وقت ہے اور میں بیڑیوں میں وقت گزار رہا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس جنگ سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا

تو پھر اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لوں گا۔ حضرت سعدؓ کی بی بی نے ان کے پاؤں کی بیڑیاں کھول دیں۔ اب ابو مجن نے کہا اے نیک بخت خاتون مجھے سواری کے لیے گھوڑا بھی دیدے۔ حضرت سعدؓ کی بی بی نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر حضرت سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور زرہ وبکتر 'نیزہ اور تلوار نکال کر حضرت ابو مجنؓ کے حوالے کیا۔ حضرت ابو مجن گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں پہنچے۔ اب حضرت ابو مجن کا یہ حال ہے کہ دشمنوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے جس طرف نکل جاتے ہیں مولی گاجر کی طرح دشمنوں کو کاٹ دیتے ہیں۔ ایسی بہادری دکھائی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ خدا نے مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتہ بھیج دیا ہے۔ حضرت سعدؓ بھی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے "گھوڑے کی تیزی اور مشقت میں کود پڑنا تو بتلا رہا ہے کہ یہ میرا ابلق گھوڑا ہے اور ظفر مندی بتلا رہی ہے یہ ابو مجن کی ظفر مندی ہے اور ابو مجن تو نیچے زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔"

جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ حضرت سعدؓ مکان سے اترے اور اپنی بی بی سے کہنے لگے مسلمانوں کی شکست یقینی تھی لیکن خدا نے ایک فرشتہ بھیج دیا کہ شکست فتح سے بدل گئی۔ اس کے ایسا ہی گھوڑا تھا جیسا کہ میرا گھوڑا ہے اور میرے ہی جیسا اس کے پاس زرہ وبکتر اور نیزہ بھی تھا۔ اس نے دشمنوں کو اس قدر مارا کہ کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ دشمن کے قدم اکھڑ گئے پھر وہ فرشتہ کہیں چلا گیا۔

حضرت سعدؓ کی بی بی نے مؤدب ہو کر عرض کیا۔ یہ وہی شخص ہے جس کا نام ابو مجنؓ ہے اور تمہارے گھر میں پابہ زنجیر زندگی کاٹ رہا ہے۔ جب اسے مسلمانوں کی شکست کا علم ہوا تو مجھ سے قسم کھا کر کہا۔ مجھے چھوڑ دے میں جا کر میدان میں لڑوں گا اور زندہ رہا تو واپسی پر اپنے قدموں میں بیڑیاں پہن لوں گا۔ میں نے چھوڑا تو آپ کا گھوڑا اور ہتھیار مانگے اور سوار ہو کر میدان جنگ میں جا پہنچا۔ مسلمانوں کی فتح کے بعد واپس لوٹا اور پھر پابہ زنجیر ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضرت سعدؓ نے ابو مجنؓ کا قصہ سنا۔ ان کی شجاعت وبسالت اور بہادری وجان فروشی کا حال معلوم کیا تو چیخ اٹھے اور کہنے لگے ابو مجن جیسا آدمی خلیفہ کے حکم سے پابہ زنجیر رہے 'یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی وقت حضرت عمرؓ کی خدمت میں خط بھیجا اور تمام سرگزشت ابو مجنؓ کی پیش کی۔ حضرت عمرؓ کے پاس جب خط پہنچا تو آپؓ نے فوراً ابو مجن کی رہائی کا حکم دیا۔ حضرت سعدؓ نے فوراً ابو مجن کو رہا کر دیا۔ رہا ہوتے ہوئے حضرت ابو مجن بول اٹھے خدا کی قسم اب میں شراب نہیں پیوں گا۔ ہمیشہ کے لیے توبہ

کرتا ہوں۔ میں اس لیے شراب پیا کرتا تھا کہ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے پاک وصاف کر دیا جاتا تھا۔ اب جبکہ مجھ پر حد جاری نہیں ہوگی تو مجھے پاک ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ (۳۳)

یہود و نصاریٰ کی جلاوطنی : عہد رسالت میں اگرچہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے یہودی قبائل بنو قینقاع اور بنو نضیر کو ان کی شرارتوں کی بناء پر مدینہ منورہ سے خیبر جلاوطن کیا تھا لیکن پھر جب خیبر بھی فتح ہوا تو ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جس وقت مناسب ہو گا تم کو یہاں سے نکال دیا جائے گا کیونکہ یہودیوں کا اپنی آبادیوں میں رہنا کوئی ایسا حق نہ تھا جس کا احترام ضروری ہو اور ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ صرف ایک سیاسی قدم تھا جو مدینہ کے ابتدائی دور میں حکومت کی کسی مصلحت کے پیش نظر اٹھایا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ محسوس فرمایا کہ حکومت کی اعلیٰ مصلحت اسے درست نہیں سمجھتی تو اسے چھوڑ کر دوسرا طریق عمل اختیار کر لیا۔ چنانچہ محمد حسین ہیکل نے حضرت عمر فاروق ؓ کی یہود و نصاریٰ کی جلاوطنی کی پالیسی پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسی مصلحت کو یوں آشکارا کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :

حضرت عمرؓ کی رائے میں حکومت کی اسی اعلیٰ مصلحت کا تقاضا تھا کہ تمام جزیرہ نمائے عرب میں صرف ایک عقیدہ رہے چنانچہ انہوں نے اپنے عہد خلافت کا آغاز ہی اس سے کیا کہ نجران کے عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا۔ یعلی ابن امیہ کو ان کا حکم تھا کہ عیسائیوں پر دین کے معاملے میں زبردستی نہ کی جائے لیکن جو عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے اسے نکال دیا جائے اور جیسی اور جتنی زمین اس نے نجران میں چھوڑی ہو ویسی اور اتنی ہی زمین اسے عراق میں دے دی جائے اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا جائے۔ یہی کچھ ان یہودیوں کے ساتھ کیا گیا جو خیبر اور فدک میں باقی رہ گئے تھے۔ انہیں وہاں سے جلاوطن کر کے شام بھیج دیا گیا۔ ان کی زمینوں کی قیمت انہیں دے دی گئی اور ان سے کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کی گئی۔ اس طرح جزیرۃ العرب اسلام کے سوا ہر عقیدے سے خالی ہو گیا اور اس وحدت کی بنیادیں وہاں استوار ہو گئیں جو امیر المؤمنین کا مطمع نظر تھی۔ (۳۴)

تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جلاوطن کرنے میں فاروق اعظمؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استناد کیا تھا کہ سرزمین عرب میں دو دین میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (۳۵)

امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں جلاوطنی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"فاروق اعظمؓ نے ان کو اس لیے جلاوطن کر دیا تھا کہ آپ کو مسلمانوں کے سلسلہ میں ان لوگوں کی طرف سے اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ انہوں نے اپنے ملک میں گھوڑے اور ہتھیار مہیا کرنے شروع کر دیے تھے۔ چنانچہ آپؓ نے ان کو نجران یمن سے نکال کر نجران عراق میں بسادیا۔ (۳۶)

علامہ بلاذری اور دوسرے مؤرخین نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل نجران کی تعداد بڑھتے دیکھی تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے وجود سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لیے انہوں نے انہیں جلاوطن کر دیا اور عراق و شام میں اپنے عمال کو حکم دیا کہ ان کی زمینوں کا معاوضہ انہیں دے دو اور ان سے اچھی طرح پیش آؤ اگر وہ نقض عہد کے جرم میں جلاوطن کیے جاتے تو ان سے اتنی نرمی و مہربانی کا برتاؤ ہرگز روانہ رکھا جاتا۔ (۳۷)

ان تمام تاریخی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عیسائی اور یہودی سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے جلاوطن کیے گئے تھے بلکہ وہ ایک سیاست تھی جو عہد رسالت ﷺ ہی میں بدل گئی تھی تو پھر بعد میں اس کی تبدیلی میں کیا قباحت تھی اور حضرت عمرؓ نے اس سیاست کو اس لیے بدلا تھا کہ بدلتے ہوئے حالات، فتوحات کی وسعت اور جزیرۃ العرب میں وحدتی رشتوں کے استحکام کی شدید خواہش اس کی متقاضی تھی کہ اسے بدلا جائے۔ آخر حضرت عمرؓ اس عہد نامے پر کیوں جمے رہتے جسے حالات برداشت نہ کرتے تھے اور جو مملکت کی مصلحت اور اس کی اعلیٰ سیاست کے پیش نظر مضرت رساں ہو گیا تھا۔ یہ عہد نامہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک خاص وقت تک کے لیے تھا جو اپنی مدت ختم ہو جانے کے بعد خود بخود ختم ہو جاتا تھا اور جس کی تجدید اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی جب تک امیر المؤمنین ہی نہ چاہیں۔

<u>عہد عثمانی</u>: حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں کوفہ پر بنو امیہ کے نوجوان سعید بن العاص کو گورنر مقرر کیا۔ سعید بن العاص نے اپنی مجلس کے لیے ممتاز افراد، متقی بزرگوں اور قاریوں کو منتخب کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ سعید نے مجلس میں کہہ دیا کہ سواد کوفہ قریش کا ایک باغ ہے۔ اس پر مجلس کے حاضرین میں جس میں اکثر یمنی تھے غصے کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے سعید کو نہایت سختی اور تلخی کا جواب دیا اور کہا سواد تو اللہ کا مال غنیمت ہے اور اس میں قریش کا حصہ دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ نہیں۔ سعید کا محافظ افسر بہت خفا ہوا اور اس نے حاضرین کی سخت کلامی پر ان کو ڈانٹا لیکن حاضرین اس کی طرف بڑھے اور اس کو اتنا مارا کہ اس پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد سعید نے وہ مجلس اٹھادی۔ اب یہ لوگ اپنی مجلسوں اور نشست گاہوں میں جمع ہونے لگے اور سعید کے

خلاف اور حضرت عثمانؓ اور قریش کے خلاف تنقید میں اپنی اپنی زبانیں آزاد کر دیں۔ تب سعید نے حضرت عثمانؓ کو ان کے بارے میں مراسلہ لکھا اور اس میں اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے ان کی وجہ سے خطرہ ہے کہ عوام فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ ان کو شام بھجوا دو اور شام میں امیر معاویہؓ کو لکھا کہ ان آنے والوں سے ملو اور ان کی اصلاح کی کوشش کرو (۳۸)

بعض راویوں کا بیان ہے کہ سعید کی مجلس میں ایک دن یہی قاری اور بزرگانِ کوفہ موجود تھے اور بات طلحہؓ بن عبید اللہ کی سخاوت اور فیاضی کی چھڑ گئی۔ سعید نے کہا جس کے پاس طلحہؓ جتنی دولت اور زمین ہو اس کو دریادل اور فیاض ہونا چاہیے اور اگر میرے پاس اتنی ہوتی تو میں تم کو فارغ البال اور خوشحال بنا دیتا۔ مجلس میں بنی اسد کا ایک لڑکا بھی تھا۔ اس نے سعید سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کاش فرات کی زمین جو حکومت کی ہے امیر کی ملکیت ہوتی تو وہ عام مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بن جاتی۔ حاضرین نوجوان کی اس بات پر برہم ہو گئے اور اس کو لعنت ملامت کیا۔ پھر بات اتنی بڑھی کہ لوگوں نے اس نوجوان کو اور اس کے باپ کو مارا اور اتنا مارا کہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ اس پر بنو اسد کو غصہ آگیا۔ اور وہ بگڑ بیٹھے۔ سعید نے بڑی کوشش کی کہ معاملہ رفع دفع ہو جائے لیکن بات نہ بن سکی۔ پھر کوفہ والوں نے اس سے اصرار کیا کہ ان لوگوں کو شہر بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ سعید نے خلیفہ کے حکم سے ان کو شام بھیج دیا۔ (۳۹)

بہر حال ہم دیکھتے ہیں کہ گورنر کوفہ سعید بن العاص نے ان لوگوں کو ان کے شہر سے جلاوطن کر دیا اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حاکم کو اپنی مرضی سے یا خلیفہ کے حکم سے کس حد تک یہ جائز ہے کہ مسلمانوں کو ان کی زمین سے جلاوطن کر دے۔ اس لئے کہ ان کو اسی وقت جلاوطن کیا جا سکتا ہے جب یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مقابلہ کی ٹھان لی یا زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کی ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ حضرت عثمانؓ اور گورنر کوفہ نے شر و معصیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کیلئے ان کو جلاوطنی کی سزا دی ہو کیونکہ جو چیزیں شر و معصیت کی طرف لے جانے والی ہوں پوری قوت سے اس کی مدافعت کرنی چاہیے جب تک کہ کوئی ایسی مصلحت راجحہ اس کے خلاف نہ ہو

جلاوطنی کا دائرہ کار

جلاوطنی کی سزا کے جواز میں قرآن وحدیث کے نصوص، آثار صحابہ کرامؓ اور فقہاء کرام کے فقہی دلائل کا مناقشہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جلاوطنی کی سزا جس میں مجرم شہریوں کو ان کے حق سکونت و شخصی آزادی اور نقل و حرکت کی آزادی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض جرائم تو حدود میں شامل ہیں اور بعض کی نوعیت تعزیری درجہ میں آتی ہے۔ پھر حدود کے جن جرائم میں جلاوطنی کی سزا مقرر کی گئی ہے ان پر چاروں متداول فقہی مکاتب فکر کے اختلاف کو بست و کشاد کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے تاہم جلاوطنی کی سزا جو خلفاء راشدینؓ خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد زریں میں دی گئی تھی وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تعزیر کے دائرے میں آتی ہے۔ اور ان ہدایت یافتہ خلفاء نے مصلحت عامہ کے حصول اور شر و معصیت کے ذرائع و مسائل کا سدباب کرنے کے لیے یہ انتہائی قدم اٹھایا۔ پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان متقی اور مجتہد خلفاء نے جلاوطنی کی سزا دینے میں اسلام کے نظام عدل وانصاف کو ملحوظ رکھا جس کا مختصر تذکرہ ہم نے مقالے کی ابتداء میں کرنا ضروری سمجھا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ ان دو خلفاء راشدین نے جلاوطنی کی سزا دینے میں اسلامی ریاست کی شہریت کی شرائط کو مد نظر رکھا جس کا ذکر ہم نے مقالے کے آغاز میں کر دیا ہے۔ کیونکہ ایک اسلامی ریاست اپنے شہریوں کے حقوق کی نگہبان ہوتی ہے اور وہ شہریت کی شرائط پوری کرنے والے شہریوں کے حقوق پر بغیر کسی شرعی حق کے دست درازی نہیں کر سکتی اس لئے کہ وہ اس سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کردہ ضمانت کی پابند ہوتی ہے۔

جن جرائم میں جلاوطنی کی سزا دی جا سکتی ہے ان میں تخنث، متشابہات میں کلام کرنا جعل سازی وغیرہ کے جرائم شامل ہیں۔ ابو محجنؓ ثقفی کو حضرت عمرؓ نے بار بار شراب پینے کے جرم میں کوڑے لگوانے کے بعد جلاوطن کیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے شر و فساد کے فتنہ کے سدباب کے لیے چند افراد کو جلاوطن کیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعات سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ جلاوطنی کی سزا عموماً ان جرائم میں دی جا سکتی ہے جن کے پھیلنے کا خطرہ ہو اور صورت حال ایسی ہو کہ معاشرہ کو ان کے برے اثرات سے بچانا لازمی ہو تاکہ یہ جرائم سوسائٹی اور معاشرے کے دوسرے لوگوں کے اندر پھیلنے نہ پائیں۔ لہٰذا مقنّنہ کو یہ اختیار ہے کہ جن تعزیری جرائم کے لیے وہ مناسب سمجھے یہ سزا تجویز کرے بشرطیکہ مصلحت عامہ کے مفاد میں ہو۔

تعزیر کے معاملہ میں امام یا قاضی کا اختیار

تعزیر ان گناہوں کی تادیب کو کہتے ہیں جن میں شرعاً حدود مقرر نہیں کیے گئے ہیں۔ اس کا حکم گناہ اور مرتکب گناہ کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔(۴۰)

تعزیر اصطلاح شریعت میں اس سزا کو کہتے ہیں جس کی مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار حاکم وقت کی رائے پر ہے کہ وہ جرم کے موافق سزا کا اس غرض سے تعین کرے کہ وہ جرم مجرم سے چھوٹ جائے اور دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑ کر اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں لیکن حاکم کو یہ احتیاط بھی کرنی ہوگی کہ نہ تو سزا اتنی ہلکی ہو کہ محض تفریح بن جائے اور نہ اتنی سخت ہو جائے کہ ظلم بن جائے اور حد شرعی کے معیار پر پہنچ جائے۔(۴۱)

فقہ کی کتابوں میں لفظ سیاست بالعموم تعزیری سزاؤں کے لیے استعمال ہوا ہے جو اگرچہ قرآن وسنت کی صریح نصوص سے ثابت نہ ہوں مگر وہ شرعی قواعد کے مطابق ہوں اور ان کا مقصد مصلحت عامہ اور دفع فساد ہو۔ تعزیر کی تین صورتیں ہیں :

ایک تو وہ سینکڑوں جرائم اور گناہ ہیں جن کی سزائیں منصوص نہیں ہیں۔ اس قسم کے جرائم کے لیے دیانتدار ماہرین شریعت کا کوئی ادارہ یا ریاست کی مقننہ (مجلس شوریٰ) کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ سزا کی مقدار اور نوعیت کا تعین کرے گی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ اس تعزیری قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جو سزا مناسب سمجھے دے۔ اگر اس قسم کا کوئی قانون مجلس شوریٰ یا مجاز ادارے نے نافذ نہ کیا ہو پھر بھی عدالت کو حق ہے کہ قواعد شرعیہ اور نظائر کی روشنی میں مناسب سزائیں دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ منصوصہ اور قصاص کے نفاذ کے لیے جس قسم کا قطعی ثبوت ضروری ہوتا ہے وہ قانونی شرائط کے ساتھ فراہم نہ ہو سکا ہو مگر عدالت کو قرائن یا واقعاتی شواہد کی بنا پر اطمینان حاصل ہو چکا ہو کہ جرم کا کسی نہ کسی صورت میں ارتکاب کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں حدود تو نافذ نہیں ہو سکتیں لیکن تعزیری سزا جسے عدالت تجویز کرے گی دی جا سکتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ حدود کے لیے جو قطعی ثبوت ضروری ہے وہ تو فراہم ہو چکا ہو لیکن جرم کا ارتکاب کسی سرکاری افسر نے کیا ہو جو خود انسداد جرائم کا ذمہ دار ہے یا کوئی شخص جرائم کا عادی بن جائے یا جرم کا ارتکاب دردناک اور وحشت ناک صورت میں کیا گیا ہو تو اس قسم کی

صورت میں قاضی کو اجازت ہے کہ وہ مقررہ شدہ سزا پر مزید سزا بطور تعزیر دے بشر طیکہ اس میں مصلحت نظر آتی ہو۔(۴۲)

امام ابو یوسف ؒ ”کتاب الخراج“ میں لکھتے ہیں :

”حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان میں انگور کی شراب پی تھی۔ آپؓ نے اسے اسی کوڑے مارے پھر بطور تعزیر بیس کوڑے اور مارے۔ حضرت علیؓ کے بارے بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ آپؓ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے رمضان میں انگور کی شراب پی تھی تو آپؓ نے ایسا ہی کیا۔(۴۳)

ان آثار سے واضح ہو جاتا ہے کہ تعزیری سزا کے نفاذ کا اختیار امام یا قاضی کو ہے حد اور تعزیر میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہی ہے کہ تعزیر امام یا قاضی کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے۔ اور حد منجانب شارع پہلے سے متعین ہوتی ہے۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ تعزیری سزا نافذ کرتے وقت اصل سبب یعنی جرم کا جائزہ لے اور اس جرم کے لیے جو سزا مناسب ہو وہ نافذ کر دے۔ ڈاکٹر عبد العزیز عامر جرم کے اختلاف سے تعزیری سزا میں اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں :

قاضی کا فرض ہے کہ وہ سزا دہی کے اصل سبب کا جائزہ لے۔ اگر یہ جرم ایسا ہو کہ اس جیسے کسی دوسرے جرم میں شریعت نے سزائے حد تجویز کی ہے لیکن اس جرم میں سزائے حد کسی عارضی سبب کے باعث موقوف ہو گئی ہے تو ایسے جرائم میں تعزیری سزا سخت سے سخت تجویز ہو گی اور اگر یہ جرم ایسا ہے کہ اس تو اس جیسے دوسرے جرائم میں سزائے حد نہیں ہے تو ایسے جرائم میں سزا نرم ہو گی۔ البتہ سزا کی تجویز کا اختیار امام ہی کو ہے مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کی مملوکہ لونڈی یا ام ولد سے کہے اے زانیہ! تو اس جرم میں سزا زیادہ سے زیادہ ہو گی کیونکہ یہ جرم ایسا ہے جیسے دوسرے جرائم مثلاً آزاد عورت کو زانیہ کہنے پر حد قذف جاری ہو گی اور دوسرے کی مثال یہ ہے کہ کوئی دوسرے شخص سے کہے اے خبیث ‘اے فاسق اس پر بھی تعزیری سزا واجب ہو گی مگر وہ زیادہ سے زیادہ نہ ہو گی۔ اس کے بعد مزید لکھتے ہیں :

التہذیب میں لکھا ہے کہ تعزیری سزا کا تعین امام کے اختیار میں ہے بڑے جرم کی سزا بھی بڑی ہو گی اور چھوٹے جرم کی سزا بھی چھوٹی ہو گی۔ مزید یہ کہ دو مقامات ایسے ہیں جن میں تعزیری سزا اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ ایک یہ کہ ایک شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ مجامعت

کے علاوہ اور سب کچھ کرے۔ دوسرے یہ کہ چور مکان میں مال جمع کرے اور اسے نکالنے سے پہلے ہی پکڑا جائے۔ (۴۴)

امام ابو یوسفؒ "کتاب الخراج" میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس باب میں بہترین رائے یہ ہے کہ تعزیری سزاؤں کی مقدار کا تعین امام کی صوابدید پر منحصر ہے وہ جرم کے بڑے یا چھوٹے ہونے کے لحاظ سے 'سزا پانے والے کی قوت برداشت کو سامنے رکھتے ہوئے اسی کوڑوں سے کم کی سزا دے گا۔ (۴۵)

امام ابوالحسن الماوردی "احکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں:

جلاوطنی کی تعزیر کی مدت امام شافعیؒ کے نزدیک بظاہر ایک سال سے کم ہے خواہ ایک ہی دن کم ہو تاکہ زنا کی تعزیر کے سال کے مساوی نہ ہو۔ امام مالکؒ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ حسب ضرورت ایک سال سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ (۴۶)

امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "سیاست شرعیہ" میں لکھتے ہیں:

وہ معاصی اور گناہ جن میں کوئی مقدار اور مقررہ حد نہیں اور نہ کفارہ ہے ان جرائم کے مرتکب افراد کی سزا بطور تعزیر یا عبرت یا ادب کے والی و حاکم تجویز کرے گا۔ حاکم و والی گناہوں کی قلت و کثرت دیکھتے ہوئے عقوبت و سزا تجویز کرے جب معاصی اور گناہ زیادہ ہوں تو عقوبت و سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے جب گناہ کم ہوں تو حسب حال گناہ زیادہ ہوں تو عقوبت و سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے جب گناہ کم ہوں تو حسب حال گناہ کرنے والے کی سزا ہو گی اور جب لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں اور گناہ کے مدمن اور عادی ہو جائیں تو عقوبت و سزا زیادہ کر دینی چاہیے۔ جب فسق و فجور کم ہو تو عقوبت اور سزا بھی کم ہونی چاہیے۔ (۴۷)

امام موصوف مزید لکھتے ہیں:

اگر والی و حاکم سے کوئی جرم ایسا ہو جائے کہ اس میں حد مقرر نہیں ہے تو اسے ولایت و حکومت سے معزول کیا جائے جیسا کہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے کیا تھا اور کبھی فوجی عسکری خدمات سے سبکدوش کرنے کی تعزیر کی جائے کہ مسلمانوں کی فوجی عسکری خدمات انجام دیتا تھا اس سے اس کو علیحدہ کر دیا۔ مثلاً وہ فوج اور لشکر کہ کفار سے لڑ رہا ہے تلواریں آمنے سامنے چل رہی ہیں اور کوئی مسلمان فوج میں سے بھاگ نکلا کہ فرار من الزحف۔ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی روٹی اس کا کھانا پینا بند کر دینا ایک قسم کی تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر امیر و حاکم سے

کوئی ایسی حرکت ہو جائے جو بہت بڑی اور بہت بری سمجھی جاتی ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اسے امارت و حکومت سے معزول کر دینا چاہیے۔ یہ اس کی تعزیر ہے۔ اسی طرح کبھی حبس و قید کی تعزیر کی جائے اور کبھی اس کا منہ کالا کیا جائے اور اسے الٹے منہ گدھے پر سوار کیا جائے جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی تعزیر آپؓ نے ایسی کی تھی کہ جھوٹ بولنے والے نے جھوٹ سے اپنا منہ کالا کیا تو اس کا منہ کالا کیا گیا۔ اور بات کو مقلوب کر دیا تو اسے مقلوب یعنی الٹے منہ گدھے پر سوار کیا گیا اور اس کی تعزیر کی گئی۔(۴۸)

امام ابو الحسن الماوردیؒ اپنی کتاب ''احکام السلطانیہ'' میں لکھتے ہیں :

کوئی شخص اگر بار بار جرم کا مرتکب ہو اور توبہ نہ کرے تو لوگوں میں مشہور کیا جائے اور جرم کا اعلان کیا جائے۔ سر کے بال مونڈنا بھی جائز ہیں۔ داڑھی مونڈنا جائز نہیں۔ منہ کالا کرنے کے جواز میں اختلاف ہے۔ اکثر جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔(۴۸)

<u>تعزیر کے درجات</u> : فقہاء کے نزدیک مجرمین کی ذات کے اعتبار سے تعزیری سزا کے چار درجے ہیں۔ علماء اور سادات کے لیے تعزیر یہ ہوگی کہ انہیں صرف اطلاع کر دی جائے۔ مثلاً قاضی انہیں یہ کہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم یہ یہ فعل کرتے ہو صرف اعلام ہی سے ان لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ ان لوگوں کی حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں عدالت میں طلب نہ کیا جائے اور یہ بھی ہے کہ بغیر مناسب تحقیق و تفتیش کے بھی قاضی کوئی بات نہ کہے بلکہ قاضی یہ اطلاعی نوٹ تب جاری کرے گا جب اس کے پاس ٹھوس ثبوت اور شواہد موجود ہوں کہ مجرم نے اس کی طرف منسوب جرم کا ارتکاب بہر حال کیا ہے۔

شرفاء امراء اور بڑے بڑے زمینداروں اور ملکوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں اطلاعی نوٹ بھیجا جائے اور پھر انہیں عدالت میں طلب کر کے اس سلسلے میں ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا جائے۔ اوسط درجے کے لوگوں یعنی عام شہری لوگوں کو عدالت میں طلب کیا جائے اور قید کی سزا بھی دی جائے۔ اور عام عادی مجرموں کو اطلاعی نوٹ 'عدالت میں طلبی اور قید کے ساتھ ساتھ کوڑوں کی سزا بھی دی جائے۔(۵۰)

یہاں یہ اعتراض بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ تعزیر کے مذکورہ بالا درجات کا تعین اس اصول کے خلاف ہے کہ تعزیری سزا قاضی کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اعتراض خود بخود بے وقعت ہو جاتا ہے کیونکہ درجات مذکورہ سزا سے متعلق نہیں بلکہ ان

کا تعلق مجرموں کے حالات سے ہے اور حالات کی وجہ سے تعزیری سزا کے تعین میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہو گا کہ مجرم چار قسم کے ہوتے ہیں۔ لہذا مجرموں کے حالات کے لحاظ سے ان کے درجات کا تعلق اس اصول کے مخالف نہ ہو گا کہ سزا کا تعین قاضی کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے کیونکہ اگر سزا کا تعین قاضی پر چھوڑ دیا گیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قاضی مجرموں کے حالات کو پیش نظر نہ رکھے۔

چنانچہ امام الماوردیؒ نے احکام السلطانیہ میں اس سلسلے میں تفصیلی بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

تعزیر تین باتوں میں حدود کے خلاف ہے ۔ایک تو یہ کہ جرم کا ارتکاب کرنے والوں میں سے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی تادیب اسفل طبقہ کے لوگوں سے خفیف ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ لہذا تادیب میں فرق مراتب کا ضرور لحاظ رکھا جائے۔ اگرچہ حدود مفیہ میں سب مساوی ہیں۔ پس بہت بڑے رتبے کے شخص کی تعزیر یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے۔ اس سے کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس سے ناک چڑھائی جائے۔ اس سے کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس کو جھڑکا اور برا بھلا کہا جائے۔ جس میں تہمت یا گالی نہ ہو۔ اس سے کم رتبہ ہوں تو قید کی سزا دی جائے۔ قید بھی جرائم کے اعتبار سے ہو۔ لہذا بعض کو کم قید کرے بعض کو اس سے زیادہ۔ ایک خاص مدت تک کے لیے 'شافعیہؒ' میں سے ابو عبیدہ زبیری قید کی غایت تفتیش اور برأت کے لیے ایک مہینہ اور تادیب کے لیے چھ مہینے مقرر کرتے ہیں۔ اگر ان سے بھی اسفل ہوں جن کے جرائم متعدی اور مضرت رساں ہوں تو ان کو نکالنے اور جلاوطن کرنے کی سزا دی جائے۔ (۵۱)

اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعزیر کا اختیار قاضی کے دائرہ اختیار میں دیا گیا ہے۔ اسے یہ اختیار ہے کہ جو مقدمہ اس کے سامنے پیش ہو اس کے حالات کے مطابق کوئی ایک یا متعدد تعزیری سزائیں تجویز کرے جو مجرم کی تادیب واصلاح کے لیے ضروری ہوں۔ سزا دہی میں مجرم کے حالات جرم کے حالات 'مظلوم اور مستغیث کے حالات اور جس زمان میں جرم سرزد ہوا ہو اس کے حالات کو پیش نظر رکھے اگر قاضی مجرم کو جلاوطنی کی سزا دینا مناسب سمجھتا ہو تو سزائے جلاوطنی کی زیادہ سے زیادہ حد کے اندر رہنا چاہیے۔

جلاوطنی کا مقام اور مدت : مجرم کو کس مقام اور جگہ پر جلاوطن کر کے بھیجا جائے۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ جلاوطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ

کسی ایک شہر اور آبادی میں اجتماعی حیثیت سے انہیں نہ رہنے دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں حبس وقید میں رکھا جائے یہی ان کے لیے جلاوطنی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جلاوطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ امام وامیر اور حاکم جس بات کو قوم کے حق میں اصلح سمجھے وہ کرے خواہ جلاوطن کرے یا حبس وقید میں رکھے یا جو طریقہ بھی مناسب ہو معلوم کرے۔(۵۲)

امام ابوالحسن الماوردی نے "احکام السلطانیہ" میں چار قول بیان کیے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ان کو دارالسلام سے نکال کر دارالحرب بھیج دیا جائے۔ یہ قول مالک بن انسؒ، حسن، قتادہؒ اور زہریؒ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور سعید بن جبیرؒ کا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قید کر دیے جائیں۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ان کو بلا کر حدود قائم کرنے کے لیے دور لے جایا جائے۔ یہ ابن عباسؓ اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔(۵۳)

بعض لوگوں نے جرم زنا میں جلاوطنی کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جہاں جرم زنا کا ارتکاب کیا ہے وہاں سے مجرم کو ایک "قصر" کے فاصلے تک جلاوطن کر دیا جائے گا کیونکہ قصر سے کم فاصلہ اپنا علاقہ تصور ہوتا ہے کیونکہ قصر سے کم فاصلے سے کے حدود میں گھربار کی خبریں ملتی رہتی ہیں اور جلاوطنی کا مقصد یہ ہے کہ مجرم کو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن سے دور کر کے پریشان کر دیا جائے۔(۵۴)

قصر کی مسافت یک طرفہ سولہ فرسخ ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح قصر کا فاصلہ ۴۸ میل بنتا ہے۔(۵۵)

امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جہاں مجرم کو ملک بدر کیا جا رہا ہے اس کا فاصلہ کم از کم ایک دن رات کے سفر کے برابر ہونا چاہیے۔(۵۶)

لیکن اس بات کی اجازت ہے کہ قصر کے فاصلے سے زیادہ فاصلے تک مجرم کو جلاوطن کر دیا جائے کیونکہ حضرت عمرؓ نے بصرہ تک مجرموں کو جلاوطن کیا تھا لیکن یہ ضروری ہے کہ مجرم کو دارالسلام کے کسی دوسرے علاقے میں جلاوطن کیا جائے کیونکہ اگر مجرم کو دارالحرب کی طرف نکال دیا جائے تو وہ اسلامی حکومت کے دائرہ اثر سے باہر نکل جائے گا اور اس طرح وہ مزید فتنہ کا شکار ہو جائے گا۔

جلاوطنی کی کیفیت اور مدت: مجرم کو جس علاقے میں بھیجا جائے گا وہاں اس کی نقل وحرکت اور تادیب واصلاح کے لیے کوئی ضابطہ بنایا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے جب صبیغ کو جلاوطن

کیا تو حکام کو حکم دیا کہ وہ اس کی مسلسل نگرانی کریں حتی کہ اسے کسی سے بات چیت کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔

جلاوطنی کی مدت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک سال سے زائد بھی جائز ہے کیونکہ وہ جرم زنا میں جلاوطنی کی سزا کو حد نہیں سمجھتے بلکہ اسے تعزیری سزا سمجھتے ہیں۔ امام مالکؒ اگرچہ جرم زنا میں جلاوطنی کو حد سمجھتے ہیں لیکن وہ بھی اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ یہ سزا ایک سال سے زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ امام مالکؒ اس حدیث کو منسوخ سمجھتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص غیر حد جرائم میں سزائے حد نافذ کرے یا حد کی تعداد تک پہنچ جائے تو گویا اس نے حد سے تجاوز کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کی رائے کی ہمنوائی بعض فقہاء شافعیہ اور حنابلہ بھی کرتے ہیں۔ ان دو مذاہب کے بعض دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ تعزیرات میں سزائے جلاوطنی ایک سال سے کم ہونی چاہیے کیونکہ جرم زنا میں سزائے جلاوطنی کو یہ لوگ حد سمجھتے ہیں اور جرم زنا میں اس کی مدت چونکہ ایک سال ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ سزا ایک سال تک نہیں پہنچنی چاہیے کیونکہ یہ حضرات اس حدیث پر اعتماد کرتے ہیں:

"من بلغ حداً فی غیر حدٍ فھو من المعتدین" (۵۷) (جو شخص غیر حدود جرائم میں حد کے برابر سزا دے گا وہ دراصل حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہوگا)

لیکن مناسب یہ ہے کہ مقننہ (مجلس شوری) مختلف جرائم کی سزائیں مقرر کرے اور جن جرائم کے لیے جلاوطنی کی سزا تجویز کرے وہ اس سزا کو غیر محدود المدت قرار دے تاکہ قاضی غیر محدود المدت کے لیے جلاوطنی کی سزا دے اور سزا کی انتہا کا تعین مستقبل کے حالات پر چھوڑ دے اور اس کا تعین مجرم کی سیرت و کردار اور اس کی اصلاح پذیری اور تادیب نفسی کو دیکھ کر بعد میں کیا جائے۔ یہ اصول ہمیں حضرت عمرؓ کے نظائر سے ملتا ہے جب حضرت عمرؓ نے صبیغ کو جلاوطن کیا تو آپؓ نے ان کی مدت مقرر نہ کی تھی لیکن جب ابو موسی اشعریؓ نے اطلاع دی کہ صبیغ تائب ہو چکا ہے تو حضرت عمرؓ نے اس کی سزا ختم کر دی۔ اس سلسلے میں دوسری نظیر ابو محجن ثقفیؓ کے بار بار شراب پینے اور کوڑے لگوائے جانے سے متعلق ہے اور آخری دفعہ غیر مقررہ وقت کے لیے جلاوطن کیا گیا۔ قادسیہ کی جنگ میں جلاوطنی کی حالت میں دشمنوں کو عبرتناک شکست و ہزیمت سے دوچار کرنے اور شراب پینے سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو کر مومنانہ زندگی گزارنے پر رہائی پانا اس سلسلے میں بہترین نمونہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ التوبہ :۱۱

۲۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد اول، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس، ص ۱۰۷، خالد احسان پبلیشرز، لاہور۔

۳۔ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل استقبال القبلہ، ص ۲۲۲، مطبع سندھ ساگر پرنٹرز

۴۔ ایضاً

۵۔ سورۃ الانفال :۷۲

۶۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد پنجم، کتاب الجہاد والسیر، باب تامیر الامراء علی البعوث، ص ۲،

۷۔ الموافقات للشاطبی جلد دوم (اردو) کتاب المقاصد، ص ۱۳، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور۔

۸۔ ایضا

۹۔ ایضا، ص ۱۵

۱۰۔ سورۃ بنی اسرائیل :۷۰

۱۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص ۴۴۶، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

۱۲۔ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الحدود، ص ۶۱۸، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۳۔ سورۃ النساء :۵۸

۱۴۔ سورۃ المائدہ :۴۸

۱۵۔ امام ابن تیمیہ، سیاست شرعیہ (اردو) ص ۱۵۸، کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب، مولوی مسافر خانہ کراچی

۱۶۔ سورۃ المائدہ :۳۳

۱۷۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد دوم، ص ۵۰۶، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

۱۸۔ الماوردی، احکام السلطانیہ (اردو) ص ۱۷۹، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔

۱۹۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (اردو ترجمہ) جلد پنجم، ص ۷۸۰-۷۸۷، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور

۲۰۔ سنن ابن ماجہ (اردو) جلد دوم، باب الحکم فیمن ارتد، ص ۳۵۲، مطبع سعیدی کراچی

۲۱۔ سنن ابن ماجہ (اردو) جلد دوم، باب حد الزنا، ص ۱۰۵، دینی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور

۲۲۔ صحیح بخاری (اردو) جلد سوم 'کتاب المحاربین' ص ۶۳۶' مطبع سعیدی قرآن محل کراچی
۲۳۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری 'کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد پنجم' ص ۱۰۹۔۱۱۱'
۲۴۔ صحیح بخاری (اردو) جلد سوم 'کتاب المحاربین' ص ۶۴۱' دینی کتب خانہ اردو بازار' لاہور
۲۵۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری 'کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد پنجم' ص ۲۴۶۔۲۴۷'
۲۶۔ عبداللہ القرطبیؒ 'عدالت نبوی کے فیصلے' ص ۱۴۳' مطبع ادبستان' لاہور
۲۷۔ ایضاً' ص ۱۴۱۔۳۴۱
۲۸۔ محمد حسین ہیکل' عمر فاروق (اردو) ص ۱۰۷' مطبع میری لائبریری' مینار چوک' انار کلی' لاہور
۲۹۔ عبداللہ القرطبیؒ' عدالت نبوی کے فیصلے' ص ۱۴۱' مطبع ادبستان' لاہور
۳۰۔ محمد حسین ہیکل' عمر فاروق (اردو) ص ۲۔۱۰۷' مطبع میری لائبریری' مینار چوک' انار کلی' لاہور
۳۱۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر' اسلام میں جرم وسزا (اردو) حصہ دوم' ص ۱۴۳' البدر پبلیکشنز' لاہور
۳۲۔ امام ابن تیمیہ' سیاست شرعیہ (اردو) ص ۲۱۲ کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب'
۳۳۔ ایضاً' ص ۲۱۲۔۲۱۴
۳۴۔ محمد حسین ہیکل' عمر فاروق (اردو) ص ۵۷۸' مطبع میری لائبریری' مینار چوک' انار کلی' لاہور
۳۵۔ ایضاً' ص ۵۷۹
۳۶۔ امام ابو یوسفؒ' کتاب الخراج (اردو) ص ۲۷۷' مکتبہ چراغ راہ' کراچی
۳۷۔ محمد حسین ہیکل' عمر فاروق (اردو) ص ۵۷۹' مطبع میری لائبریری' مینار چوک' انار کلی' لاہور
۳۸۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین' سیرۃ حضرت عثمانؓ' ص ۱۲۰' نفیس اکیڈمی' کراچی
۳۹۔ ایضاً' ص ۱۲۰۔۱۲۱
۴۰۔ الماوردی' احکام السلطانیہ (اردو) ص ۴۹۱' مطبع سعیدی' قرآن محل' کراچی
۴۱۔ مولانا محمد متین ہاشمیؒ' اسلامی حدود' ص ۳۔۴' سنگ میل پبلیکیشنز' اردو بازار' لاہور
۴۲۔ مولانا گوہر الرحمٰن' اسلامی سیاست' ص ۲۰۔۲۱' المنار بک سنٹر' لاہور
۴۳۔ امام ابو یوسفؒ' کتاب الخراج (اردو) ص ۲۶۹' مکتبہ چراغ راہ' کراچی
۴۴۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر' اسلام میں جرم وسزا (اردو) حصہ دوم' ص ۵۸۔۲۵۷' البدر پبلیکشنز' لاہور
۴۵۔ امام ابو یوسفؒ' کتاب الخراج (اردو) ص ۲۷۴' مکتبہ چراغ راہ' کراچی
۴۶۔ الماوردی' احکام السلطانیہ (اردو) ص ۴۹۲' مطبع سعیدی' قرآن محل' کراچی
۴۷۔ امام ابن تیمیہ' سیاست شرعیہ (اردو) ص ۲۲۱ کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب'
مولوی مسافر خانہ کراچی

۴۸۔ ایضاً‘ص ۲۲۳۔۲۲۴
۴۹۔ الماوردی‘احکام السلطانیہ (اردو) ص ۴۹۶‘مطبع سعیدی‘قرآن محل‘کراچی
۵۰۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر‘اسلام میں جرم وسزا (اردو) حصہ دوم‘ص ۶۲۔۲۶۱‘البدر پبلیکشنز‘لاہور
۵۱۔ الماوردی‘احکام السلطانیہ (اردو) ص ۹۲۔۴۹۱‘مطبع سعیدی‘قرآن محل‘کراچی
۵۲۔ امام ابن تیمیہ‘سیاست شرعیہ (اردو) ص ۱۷۶ کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب‘
مولوی مسافر خانہ کراچی
۵۳۔ الماوردی‘احکام السلطانیہ (اردو) ص ۴۷۹‘مطبع سعیدی‘قرآن محل‘کراچی
۵۴۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر‘اسلام میں جرم وسزا (اردو) حصہ دوم‘ص ۱۴۸‘البدر پبلیکشنز‘لاہور
۵۵۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری‘کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول‘ص ۱۶۷‘
۵۶۔ الماوردی‘احکام السلطانیہ (اردو) ص ۴۶۸‘مطبع سعیدی‘قرآن محل‘کراچی
۵۷۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر‘اسلام میں جرم وسزا (اردو) حصہ دوم‘ص ۵۳۔۲۵۲‘البدر پبلیکشنز‘لاہور